کو جیسے ناصرہ کے دانا نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ بلکہ یہ وہ مذہب ہے جسے ہزاروں سال سے جرمن و روما کے پریسٹ پیش کیا کرتے تھے۔

تحقیق واقعات کربلا

منشی خادم حسین صاحب ان ذی علم۔ مستعد احباب میں سے ہیں۔ جو شیعہ کتب کے مطالعہ کا خاص شوق رکھتے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ اپنے اوقات فرصت کا بہت سا حصہ انھوں نے اس کام کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ آپکی وسعت معلومات کا دوست دشمن قائل ہے۔ اور جب وہ قلم اٹھاتے ہیں۔ تو مضمون کو نہایت تحقیق سے نیک نیتی کیساتھ لکھتے ہیں مندرجہ ذیل مضمون جو انھوں نے لکھا ہے۔ معتبر شیعہ کتب کے حوالے سے لکھا ہے۔ اور ہمارے ناظرین کو صرف تاریخی پہلو سے اسکو دیکھنا چاہیئے چنانچہ ارونگ واشنگٹن کی تاریخ سے بھی کچھ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ پس مورخانہ نظر میں یہ مضمون قابل قدر ہے۔ اور اس نقطہ خیال سے اسکی اشاعت سنی شیعہ کے تعلقات کو اور بھی مستحکم کرنیوالی ہوگی۔ اور اگر اسکے خلاف کوئی صاحب اپنی تحقیق رکھتے ہوں۔ تو ہم اسپر بھی خوشی سے غور کرنے کو تیار ہیں کیونکہ ہمارا مقصد تو اس تاریخی واقعہ کے متعلق مورخانہ تنقید ہے۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے۔ کہ وہ یزید سے الزام اُٹھانا چاہتے ہیں۔ بلکہ اس واقعہ پر انھوں نے تاریخی طور پر روشنی ڈالی ہے۔ ورنہ یزید کے متعلق ہمارا مذہبی

عقیدہ (جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے بھی لکھا ہے) یہی ہے کہ وہ ایک گندہ انسان تھا
ورنہ اسکے عہد میں حضرت امام حسینؓ ایسا واجب التعظیم انسان شہید نہ کیا جاتا۔
کوفیوں کا ذمہ وار بھی بادشاہ ہونیکی حیثیت سے وہی تھا۔"

ہر ایک واقعہ کے وقوع سے پیشتر اسکے کچھ نہ کچھ بواعث اور اسباب ہوتے ہیں۔ اور جب کہ کسی واقعہ کے ابتدائی اسباب کا کافی علم نہ ہو۔ بلا سوچے سمجھے اس واقعہ کے مخالف یا موافق رائے قائم کرلینا عقلمندی اور انصاف کے خلاف ہوتا ہے۔ واقعہ ہائلہ کربلا بھی ایک سچا اور تاریخی واقعہ ہے۔ اسکے افسوسناک وقوع سے پیشتر اسکے بھی کئی اسباب پیدا ہوچکے تھے جن کا معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ بزرگانِ ملت کی یہ رائے ہے۔ کہ یہ ایک ملکی واقعہ ہے۔ اور اسکو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ برخلاف اسکے شیعہ صاحبان کہتے ہیں۔ کہ اسلام کی تکمیل ہی شہادت امام مظلوم علیہ السلام سے ہوئی۔ چنانچہ ان کا ایک شاعر کہتا ہے

ع دین است حسینؓ و دین پناہ است حسینؓ * شاہ ہست حسینؓ و پادشاہ ہست حسینؓ
سرداد و نہ داد دست در دست یزید * حقا کہ دلیل لا الہٰ ہست حسینؓ

قبل اسکے کہ خاکسار اپنی رائے کا اظہار کرے۔ بہتر ہوگا۔ کہ اسباب واقعہ مذکورہ کو شیعہ کی کتابوں سے تلاش کیا جائے۔ حسن اتفاق سے مجھے ایک ایسی کتاب مل گئی ہے۔ جس کے مصنف کی بابت کہا گیا ہے۔ کہ وہ خود معرکۂ کربلا کیوقت زندہ تھا۔ اس کتاب کا نام مقتل ابو مخنف ہے۔ جو خود مصنف کے نام پر مشہور ہے۔ افسوس ہے۔ کہ ہمارے ملک کے شیعہ صاحبان نے مرزا دبیر اور میر انیس کے مرثیوں کو آسمانی نوشتے سمجھ رکھا ہے۔ اور جو ضعیف اور موضوع روایات ان بزرگوں نے نظم فرمائیں۔ انکو اسقدر وقعت دیدی ہے۔ کہ اب جو کوئی ان کے برخلاف لکھے۔ خواہ ان کی اپنی کتابوں سے ہی استدلال کیا جائے۔ معتبر و مستند

نہیں مانتے۔ عوام کا تو کیا ذکر۔ انکے علماء اور اہل قلم بھی اصل روایات کو ظاہر نہیں کرتے۔ خدا جانے اس اخفا اور اغماض و تجاہل عارفانہ کا باعث کیا ہے۔

اول ابومخنف کے متعلق جاننا ضروری ہے۔ کہ کس پایہ کا وقائع نگار ہے مؤرخ ناسخ التواریخ فرماتے ہیں۔ "ابو مخنف خود دراں ہنگامہ حاضر و ناظر بود چہ ابومخنف کنیت لوط بن یحییٰ است۔ و یحییٰ در شمار اصحاب امیرالمومنین علیہ السلام است" دیکھو ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ ایران

قبل اسکے کہ اسباب شہادت کو ابومخنف کے مقتل سے عرض کیا جاتا ہے۔ تھوڑا سا ذکر کوفہ اور اہل کوفہ کا ضروری ہے۔ کیونکہ شہادت امام مظلوم کے باعث کوفی ہی ہوئے تھے۔

معزز ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں کوفہ اور بصرہ مسلمانوں کے لشکر گاہ تھے۔ اور دونوں شہر حضرت عمرؓ نے ہی آباد کئے تھے۔ پہلے تینوں خلفاے رسول صلعم مدینۃ الرسول میں ہی اپنی اپنی نوبت پر خلافت کرتے رہے۔ برخلاف اسکے جناب علیؓ نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالخلافہ بنا لیا خدا جانے دراصل اسکی کیا وجہ تھی۔ مگر جیسا کہ واقعات سے پتہ چلتا ہے۔ اِس کی وجہ یہ تھی۔ کہ کوفہ والوں کو اہل مصر کی طرح آنجناب کے ساتھ شہادت حضرت عثمانؓ سے پہلے کا قدرتی اُنس تھا۔ اور اس سابقہ تعلق نے ہی تقاضا کیا ہوگا۔ کہ جناب علیؓ نے مدینہ کو چھوڑ دیا۔ اس وجہ سے اگر کوفہ کو شیعیان کی پہلی بستی کہا جائے۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ حضرت علی کو کوفیوں کی وفاداری اور شجاعت پر بھی شروع میں پورا بھروسہ تھا۔ چنانچہ نہج البلاغۃ میں جناب علیؓ کا ایک خط مندرج ہے۔ جو بوقت جنگ جمل جو حضرت عائشہ کے ساتھ بصرہ میں ہوا۔ اور جناب علیؓ کو اپنا جرار لشکر تیار کرنیکی ضرورت درپیش آئی۔ تو ان کوفیوں کو دعوت فرماتے ہوئے ان کو

جبہۃ الانصار" و"سنام العرب" کر کے خطاب فرمایا تھا جس کے معنی مددگاروں کی پیشانی اور عرب کی کوہان ہے۔ پیشانی کو جسم انسانی میں جو رتبہ اور شرف دیا گیا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ گویا کوفیوں کو اپنے انصار و مددگاروں کا ماتھا فرمایا ہے۔ اور سنام کے معنی اونٹ کی کوہان کے ہیں۔ جو تمام جسم شتر میں بلند تر مقام ہے۔ گویا کوفی تمام اقوام عرب میں یا ملک عرب میں اس طرح معلوم وار اور رفیع المنزلت ہیں جیسے اونٹ کی کوہان ہوتی ہے۔ اصل عبارت خط مذکورہ کی یوں شروع ہوتی ہے۔ من کتاب لہٗ علیہ السّلام لاھل الکوفہ عنہ مسیرہ من المدینۃ الی البصرہ من عبد اللہ علیّ امیر المؤمنین الیٰ اھل الکوفۃ جبہۃ الانصار و سنام العرب الخ دیکھو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت کتاب مراسلات صفحہ ۲ و ۳۔

لیکن افسوس ہے۔ کہ آنجناب کا یہ حسن ظن کوفیوں کے متعلق زیادہ عرصہ تک قایم نہ رہا۔ کیونکہ لشکر شام کے ساتھ معرکے ہوئے۔ تو یہ لوگ پرلے درجہ کے بزدل اور بدعہد ثابت ہوئے۔ ان کمبختوں نے حضرت علیؓ کا ناک میں دم کر دیا چنانچہ نہج البلاغۃ میں دوسرے موقعہ پر انہی کوفیوں کے حق میں آنجناب فرماتے ہیں۔ کہ واللہ! میں پسند کرتا ہوں۔ کہ معاویہؓ اپنے لشکریوں کے عوض میں تمکو مجھ سے درہم و دینار کے تناسب سے بدلالے۔ یعنی وہ اپنا ایک آدمی مجھکو دے۔ اور دس آدمی تمہارے مجھ سے لے لے۔ اصل عربی عبارت یوں ہے۔ لوددت واللہ ان معاویۃ صارفنی بکم صرف الدینار بالدرھم فاخذ منی عشرۃ منکم واعطانی رجلاً منھم یا اھل الکوفۃ۔ الخ دیکھو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت صفحہ ۹۲۔

انہی شیعیان کوفہ نے جناب علیؓ کو مجبور کیا۔ کہ امیر معاویہ کے ساتھ ثالثوں کے ذریعے سے فیصلہ کریں۔ تو بہتر ہے۔ ہم سے تو لشکر شام سے جنگ

اور جدل کی زحمت برداشت نہیں کی جا سکتی۔ اگر ہماری بات نہ مانیے گا تو ہم آپ کی بیعت کو توڑ دینگے۔ جس پر جناب علیؓ نے طوعاً و کرہاً ثالثی کو منظور فرمایا۔ لیکن انکے منظور فرماتے ہی بہت سے شیعہ ان کی بیعت سے خارج ہو گئے اور اسی واسطے خارجی کہلائے۔ ان کمبختوں نے انارکسٹوں کی طرح آپس میں یہ سمجھوتا کیا۔ کہ جناب علیؓ اور امیر معاویہ دونوں کو قتل کر دو۔ تاکہ آئے دن کے ملکی تنازعوں کی وجہ سے جو کشت و خون کے دریا بہائے جاتے ہیں۔ ان سے عام مسلمانوں کو امان ملے۔ چنانچہ جناب علیؓ اسی خارجی گروہ کے ایک بیباک ممبر عبدالرحمن ابن ملجم نامی کے بیرحم ہاتھ کی ضرب سے ایسے مجروح ہوئے۔ کہ جانبر نہ ہو سکے

آپ کی شہادت کے بعد جناب امام حسن علیہ السلام خلیفہ ہوئے پولٹیکل تنازعے ہنوز ختم نہیں ہوئے تھے۔ اور امام حسنؑ کو ایسا ہی کوفیوں کی مدد سے لشکر شام کا مقابلہ بدستور جاری رکھنا پڑا۔ لیکن آپ کو ایک دو موقعوں پر جلدی ہی ثابت ہو گیا۔ کہ کوفیوں کے بھروسہ پر اجرائے جنگ و جدل بے سود اور مزید برآں مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا موجب ہے۔ اسواسطے آپ نے امیر معاویہ سے بغیر صلح و صفائی کے چارہ نہ دیکھا۔ آپ نے امر خلافت امیر معاویہ کو سونپ دیا۔ اور اپنے اور اپنے متعلقین کے گذارہ کے موافق سالانہ تنخواہ منظور فرمائی۔ یہ معاملہ محض زبانی طے نہیں کیا گیا۔ بلکہ مستقل طور پر ایک عہدنامہ نامہ لکھا گیا۔ جس میں کئی ایک ایسے شرائط قلمبند کئے گئے۔ جن کی پوری کیفیت بہت قلیل ہواخواہوں کو بتلائی گئی۔ اور جنکا مفہوم کچھ ایسا وسیع تھا۔ جس سے خاندان نبوت کو دوبارہ حق خلافت کے لئے دعوی کرنے کی بشکل گنجایش نکل سکتی تھی۔ لیکن جو کچھ مالک الملک کی مشیت میں تھا۔ وہ عمل میں آگیا ۔

تاہم جب کوفیوں پر امام حسنؑ نے امیر معاویہ کے ساتھ صلح کر لینے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ تو وہ سخت برہم ہوئے۔ اور اس ارادہ کو امام کی بزدلی پر محمول کیا۔ پھر کیا تھا ان کمبختوں نے امام عالیمقام کی ایسی بے ادبی کی۔ کہ خدا کی پناہ۔ کسی نے کہا۔ السّلام علیک یا عار المومنین کسی نے کہا۔ السلام علیک یا ذل المومنین۔ ایک شیطان نے آپ کے پائے مبارک کے تلے سے جائے نماز کھینچ لی۔ ایک نے ران مبارک پر خنجر کا وار کیا۔ یہ سب غصّہ و غضب اسلیئے تھا۔ کہ امیر معاویہ سے کیوں صلح کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ اور ہم شیعوں مومنوں کو کیوں ذلیل کیا۔ اِن سب واقعات کی تصدیق کے لئے دیکھو کتاب جلاء العیون ملا باقر مجلسی حالات امام حسنؑ۔ اس تمہید کو ذہن نشین کر لینے سے آیندہ واقعات کربلا اور اسکے اسباب پر حاوی ہونیکے لئے ناظرین کو آسانی ہوگی۔ اب میں بخوف طوالت مقتل ابومخنف سے جو عربی میں ہے۔ خلاصتہً ترجمہ کرتا جاؤنگا۔

ابن جندب الازدی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ کہا اس نے میں اور سلیمان بن صرد الخزاعی اور مسیّب بن بخیہ و سعید بن عبد اللہ الحنفی جناب حسنؑ بن علیؓ ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام عرض کیا۔ انھوں نے وعلیکم السّلام کہا۔ اور یہ اسوقت کا ذکر ہے۔ جب کہ انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح فرمائی تھی۔ اور آپ اسوقت کوفہ میں مقیم تھے۔ پس سلیمان نے ابتداء کلام امام سے کی۔ اور عرض کیا۔ اے فرزند دختر رسولِ خدا ہم حیران ہیں۔ کہ آپ نے معاویہ سے بیعت کر لی حالانکہ آپ کے ہمراہ اہل کوفہ سے چالیس ہزار جان نثار موجود تھے۔ جو سب تنخواہ خور ہیں۔ اور ایسے ہی انکی اولاد سوائے مددگاراں بصرہ و حجاز کے اور آپ نے اپنی ذات کے لئے کوئی پختہ شرط عہد نامہ میں نہ لکھوائی۔ اور عطیّہ میں بھی معقول حصہ نہیں لیا۔ اگر میں شامل

ہوتا تو ایک نوشتہ لکھواتا۔ اور مشرق و مغرب والوں کی شہادت اسپر کرواتا۔ کہ امر خلافت کے بعد اسکے آپ ہی مستحق رہتے۔ لیکن آپ یونہی اسبابت پر راضی ہو گئے اسنے آپکو تھوڑا دیا۔ اور خود بہت کچھ لے لیا۔ اسکے جواب میں امام علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں ایسا شخص نہیں ہوں۔ کہ ایک عہد کروں پھر اسکو توڑ دوں۔ اور میں کوئی اقرار نہیں کرتا جس سے پھر پشیمان ہو کر رجوع کر لوں۔ اب جب خدا نے پھر ہمکو توفیق دی۔ اور ہماری آرزوؤں کو پورا کیا۔ تو میں ایسا کام نہیں کرونگا لیکن تم ہمارے شیعہ ہو اور ہمارے مددگار اور ہمارے اہل مودت ہو (اصل عبارت وَ انتم شِیعتنا وَ انصارُنا وَاھلُ مُوَدّتنا) اور علیٰ ہذا القیاس اور لوگ جو ہماری نصیحت کو سنے۔ اور ہماری خیر خواہی کرے۔ اور ثابت قدمی دکھلائے۔ اور اگر میں طالب دنیا و سلطنت ہوتا۔ تو معاویہ مجھ سے شدت قوت و شجاعت میں زیادہ نہ تھا۔ لیکن جو مصلحت مجھے مد نظر ہے۔ اسکو تم نہیں جان سکتے۔ اور قسم ہے خدا کی کہ اس صلح سے مجھے سوائے تمہاری حفاظت خون ریزی اور اصلاح حالت کے اور کوئی مقصود نہیں تھا۔ پس تم بھی راضی بقضاءاللہ ہو جاؤ۔ اور اسکو تسلیم کر لو۔ اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔ اور قسم ہے۔ کہ تم ہمارے شیعہ اور محب ہو۔ اور میں نے اپنے والد بزرگوار امیر المومنین علیؑ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے کہ جو کوئی جس قوم سے محبّت رکھتا ہے۔ قیامت کے دن وہ اسی قوم کے ساتھ محشور ہوگا۔ اور تم ہمارے ساتھ ہو۔ اور ہمارے زمرہ میں ہو۔ تم ہم سے جدا نہ ہونا۔ ہم تم سے جدا نہ ہونگے۔

پھر سلیمان بن صرد نے کہا۔ کہ امام حسنؑ سے فارغ ہو کر ہم انکے بھائی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور وہ اپنے نوکروں کو حکم دے رہے تھے کہ کوفہ سے مدینہ کی طرف کوچ کریں۔ امام حسین ہماری طرف تشریف لائے۔ اور

ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور ہمکو سلام کہا۔ اور ہمنے بھی سلام کا جواب عرض کیا۔ امام حسینؑ نے ہمارے چہروں پر رنج و غم کے آثار ملاحظہ فرمائے۔ اور پہلے ابتداءً کلام فرمائی۔ اور کہا۔ کہ خدا کا شکر ہے۔ جس کے کہ وہ لائق ہے۔ خدا کے کام اور خدا کی مشیت جس طرح مقرر تھی۔ پوری ہوگئی۔ خدا کی قسم اگر تمام جن و انس اکٹھے ہوکر مشیت ایزدی کو روکنا چاہیں۔ تو وہ نہیں روک سکتے۔ خدا کی قسم ہے۔ کہ مجھکو موت آجاتی۔ جبکہ حسنؑ نے مجھکو مجبور فرمادیا۔ اور مجھ سے حلف لے لی۔ کہ میں ذرا انحراف نہ کروں۔ اور نہ سکون سے حرکت کروں۔ پس مینے بھی مان لیا۔ اور یہ ایسا معاملہ ہوا ہے۔ گویا کاٹنے والے نے چھری سے میری ناک کاٹ ڈالی ہے۔ یا آرہ سے میرے جسم کے ٹکڑے اڑائے گئے ہیں۔ پس مینے مجبور ہوکر اُن کی بات کو مان لیا۔ اصل عبارت لقد کنت طیب النفس بالموت حتی عزم علی الحسن و ناشدنی اللہ ان لا انفذ امرا و لا احرك ساكنا فاطعته وكانما یجذع جاذع الانف بالسكاكين او يشرح لحمی بالمناشير فاطعته کرھاً۔ اور فرمایا ہے۔ خدا تعالےٰ نے عسیٰ ان تکرھوا شیئاً الخ یعنی کہ قریب ہے۔ کہ جس چیز کو تم ناپسند کرو۔ وہی تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور قریب ہے۔ کہ جس چیز کو تم پسند کرتے ہو۔ وہی تمہارے لیئے شر کا باعث ہو اور خدا جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے۔

اب تو صلح ہوگئی۔ اور بیعت بھی ہوگئی۔ تاکہ ہم منتظر رہیں۔ جب تک یہ شخص (معاویہ) زندہ ہے۔ اور جب مرگیا۔ تو ہم بھی دیکھینگے۔ اور تم بھی دیکھوگے (کہ کیا کرنا چاہیئے) پس ہم نے کہا قسم ہے خدا کی اے ابا عبد اللہ ہمیں کوئی رنج نہیں۔ مگر محض آپ کی خاطر تاکہ آپ اپنے حق سے محروم نہ ہوں اور ہم تو آپ کے مددگار اور ہوا خواہ ہیں۔ پس جب آپ ہم کو دعوت کرینگے۔ ہم قبول کرینگے۔ اور جب آپ حکم کرینگے۔ ہم اطاعت کرینگے۔

پھر سلیمان کہتا ہے۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السلام دونوں نے کوفہ سے کوچ فرمایا۔ اور ہم بھی ساتھ تھے۔ تاکہ ان سے وداع کریں۔ اور مشایعت کریں۔ جب ہم دار الہند کے آگے نکل گئے۔ تو امام حسینؑ نے کوفہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور آہ سرد بھری۔ اور یہ شعر ارشاد فرمائے۔

"ہم نے خود سرد دِل ہو کر اپنے عزیزوں کے گھروں کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ خود وہ ہماری امداد سے دست بردار ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قضا مخلوق میں جاری ہے اور یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔" پھر کہا سلیمان نے کہ سب سے پہلے جو شخص امام حسنؑ کو جا کر ملا۔ اور انکو جنگ و قتال کی ترغیب دی۔ حجر بن عدی تھا۔ اور جس دن وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو امام حسینؑ نے فرمایا۔ کہ اور لوگ تیری طرح نہیں۔ اور جس امر کو تم دوست رکھتے ہو۔ وہ نہیں رکھتے۔

پھر کہا سلیمان نے کہ حجر بن عدی امام حسینؑ سے رخصت ہو کر چلے آئے اسکے بعد جب امام حسنؑ فوت ہو گئے۔ تو اہل کوفہ جمع ہوئے۔ اور امام حسینؑ کی خدمت میں انکے برادر مکرم کا تعزیت نامہ لکھا۔ اور یہ اجتماع سلیمان بن جرد کے گھر میں ہوا تھا۔ پس انھوں نے اس تعزیت نامہ کو یوں لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم طرف حسین بن علی بن ابیطالب کے منجانب اُنکے شیعہ اور انکے والد کے شیعوں کے اصل عبارت (الی الحسین بن علی بن ابی طالب من شیعتہ و شیعۃ ابیہ) بعد حمد و نعت آنکہ ہمکو آپ کے بھائی حسین کے فوت ہو جانے کی خبر پہنچی۔ پس اُن پر خدا کی رحمت ہو۔ اور آپ کو اس مصیبت کا اجر نیک عطا کرے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ پس آپ صبر فرمائیں۔ ان ذٰلک من عزم الامور۔ اور آپ خدا کے فضل سے انکے قائمقام ہیں اور جو آپ کی پیروی کریگا۔ اور آپ کی ہدایت پر کاربند ہوگا۔ اسکو خدا کامیاب

کریگا۔ اور ہم آپ کے شیعہ ہیں۔ آپ کی مصیبت میں شریک ہیں۔ اور آپ کے حزن سے محزون ہیں۔ اور آپکی خوشنودی سے خوش ہیں۔ اور آپ کے امر خلافت کے منتظر ہیں۔ اصل عبارت ونحن شیعتک المصاب بمصیبتک المحزونون بحزنک المسرورون بسرورک المنتظرون لامرک۔ خدا آپ کا شرح صدر کرے۔ اور آپ کی حالت کو بلند کرے۔ اور آپ کے قدر کو رفع دے۔ اور آپکے حق خلافت کو آپکو دوبارہ دیدے (ورد علیک حقک) والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پھر عام لوگوں میں یہ چرچا ہونے لگا۔ کہ امیر معاویہ نے امام حسینؓ کے بارہ میں کچھ انصاف نہیں کیا۔ پس امام حسینؓ کے پاس آمد و رفت شروع کردی اور اس اقدام سے انقطاع نہیں کیا۔ پس اسکی خبر امیر معاویہ کو بھی پہنچگئی پس انھوں نے امام حسینؓ کو ایک خط حسب ذیل لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے امابعد آنکہ مجھکو آپ کی طرف سے چند امور اور اسباب کی اطلاع آئی ہے جنکو میں باطل خیال کرتا ہوں۔ اور اگر یہ باتیں سچی ہیں۔ جیسا کہ میرا گمان ہے۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ آپ زیادہ سعید ہیں۔ اور خدا کے عہد کو زیادہ ایفا کرنیوالے ہیں۔ پس آپ مجھکو مجبور نہ کریں۔ کہ میں آپ سے قطع کروں۔ کیونکہ آپ میرے عزیز ہیں (فانک منی) پس اگر آپ مجھ سے فریب کریں گے۔ تو میں بھی فریب دونگا۔ اگر آپ میری تکریم کریں۔ تو میں بھی آپ کی تکریم کرونگا۔ اور اس اُمت میں آپ تفرقہ کے موجب نہ ہوں۔ تحقیق آپ انکو ابتلا میں ڈالینگے۔ اور خود بھی مبتلا ہونگے۔ پس آپ اپنے آپ میں اور اپنے دین میں نظر رکھیں۔ ولا یستخفنک السفہاء الذین لا یعلمون والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یعنے نادان لوگ آپکو خفیف نہ کرنے پائیں جو کہ حقیقت حال سے واقف نہیں والسلام

پھر کہا سلیمان نے کہ امام حسینؑ نے اس خط کے جواب میں یوں خط روانہ فرمایا۔ جس میں تحریر کیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد مجھکو تمہارا خط پہنچا اور جو کچھ تمنے اس میں لکھا ہے۔ اسکے مدعا کو سمجھ لیا۔ اور معاذ اللہ جو میں اس عہد میں فرق لاؤں۔ جو تمہارے ساتھ میرے بھائی حسنؑ نے کیا ہے (اصل عبارت و معاذ اللہ ان انقض عہد عہدہٗ الیك اخی الحسینؑ) حقیقت یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے تمکو یہ اطلاع پہنچائی ہے۔ وہ سخن چین جھوٹے اور چغلخور اور قوم میں تفرقہ ڈالنے والے ہیں۔ اور خدا کی قسم وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ (فانما اوصلہٗ الیك الوشاۃ الملقون بالنمائم المفرقون بین الجماعات فانھم و اللہ یکذبون۔) پس جب یہ خط امیر معاویہ کو پہنچا۔ تو باز رہا اُن سے یعنی امام حسینؓ سے۔ اور اُن کی صلہ رحمی میں خیانت نہ کی۔ اور اُنکے معاوضہ کو کبھی قطع نہ کیا اور سال بسال اُنکی خدمت میں ہزار ہزار دینار (اشرفی) روانہ کرتا تھا۔ سوائے ہر قسم کے تحائف اور ہدایہ کے۔ اصل عبارت فلمّا وصل الکتاب الیٰ معویۃ امسك عنه ولم یخنه وصله ولم یقطع هلته وکان یبعث الیه فی کل سنة الف الف دینار سوی العروض و الهدایا من کل صنف ترجمہ ختم ہوا۔ دیکھو مقتل ابو مخنّف مطبوعہ بمبئی فصل اوّل

کوایف مندرجہ بالا سے جو ایک معتبر ترین کتب شیعہ سے اقتباس کئے گئے ہیں۔ ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ امر خلافت میں امام حسنؑ کے صلح کر لینے پر شیعیان کوفہ کو کس قدر اعتراض تھا۔ اور علاوہ اُنکے جناب امام حسینؓ کو کس قدر قلق تھا۔ اور ساتھ ہی یہ کہ بایں ہمہ امیر معاویہ کی حکمت سے آخرکار کسطرح امام حسینؓ اور اُنکے درمیان صفائی ہو گئی۔ اور اسکے عوض میں امیر معاویہ کسطرح امام حسینؓ کی دلجوئی و خوشنودی خاطر کو مدنظر رکھتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے

کہ یہ واقعات مینے محض الزامی طور پر شیعوں کی توجہ کیلئے نہیں لکھے۔ بلکہ میرا یقین ہے۔ کہ درحقیقت یہ سچے واقعات ہیں۔ جو کہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان سے بڑھکر سچے واقعات اور انکی تاویل ممکن نہیں۔ کہ کسی اسلامی تاریخ سے دریافت ہو سکے۔

آمدیم بر سر مطلب۔ امیر معاویہ کے دل میں جو تعظیم و تکریم امام حسینؓ کی بابت مرکوز تھی۔ اسکی تائید اُن کی اس وصیت سے بھی ہوتی ہے۔ جو انھوں نے آخری وقت میں امر خلافت کے متعلق یزید کو فرمائی۔ اور جس کو خاکسار راقم اس ابو مخنف کی کتاب سے ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ ابو مخنف کہتا ہے۔ کہ جب امیر معاویہ سخت بیمار ہوگئے۔ اور وفات کا وقت نزدیک آپہنچا۔ تو یزید موجود نہ تھا۔ وہ اسوقت حمص کا حاکم تھا انہوں نے قلم دوات منگائی۔ اور یہ خط اسکو لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد حمد و نعت آنکہ اے بیٹے میں تمہارے لئے وصیت لکھتا ہوں جب تک اسپر کاربند رہوگے۔ خیر پاؤ گے میں تمکو وصیت کرتا ہوں۔ اہل شام کے بارے میں کہ وہ تجھ سے ہیں۔ اور تو اُنسے ہے۔ ان میں سے جو کوئی تیرے پاس آئے۔ اسکی خاطر کرنا۔ اور جو اور ہو۔ اس کے حال سے مطلع رہنا۔ جب کوئی دشمن تجھ پر حملہ آور ہو۔ تو انکو ہمراہ لینا۔ جب فتح نصیب ہو۔ تو پھر انکو اپنے مقاموں پر واپس بھیجدینا۔ اور جو کوئی اہل حجاز سے تیرے پاس آئے۔ تو انکے ساتھ نیکی کرنا اے بیٹے اہل عراق (کوفی) کے معاملات میں متوجہ رہنا اگر وہ خواہش کریں۔ کہ ہر روز انکے عامل کو معزول کرتے رہو۔ تو ایسا ہی کرنا اور ایسا کرنا تیرے لئے آسان ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ بادشاہ وقت پر امت بلوہ کرے اے بیٹے جان تو کہ مینے تیرے لئے سب بلاد کو مطیع اور سب آدمیوں کو زیردست کردیا ہے اور اب میں تیرے لئے کسی سے خوف میں نہیں ہوں۔ مگر صرف چار اشخاص سے وہ نہ تیری بیعت کرینگے۔ اور نہ تجھ سے اس امر خلافت میں تنازعہ برپا کرینگے۔ پہلے

عبدالرحمن ابن ابی بکر ہے۔ پس وہ دنیا دار ہے۔ اسکو دنیا داری میں مبتلا رہنے دے۔ اور چھوڑ دے اسکو اور اسکے ارادوں کو نہ وہ تیرے موافق ہوگا۔ نہ مخالف۔ دوسرے عبداللہ بن عمر ہیں۔ وہ صاحب قرأۃ (قرآن خوان) اور صاحب محراب (عابد) ہیں۔ وہ دنیا سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور آخرت کے دھیان میں راغب ہیں۔ اور گمان نہیں کہ وہ اس امر میں تمہارے ساتھ تنازعہ کریں۔ اور نہ اُن کا ارادہ ہوگا۔ تیسرے عبداللہ بن زبیر ہیں وہ تجھ سے لومڑی کی طرح فریب کرینگے۔ اور شیر کیطرح تجھ پر حملہ کرینگے پس اگر وہ تجھ سے آمادہ جنگ ہوں تو تو بھی جنگ کرنا۔ اگر صلح کریں۔ تو صلح رکھنا اگر وہ تجھ سے مشورہ کرنا چاہیں۔ تو انکے مشورہ کو قبول کرنا۔ اور چوتھے حسینؓ بن ابی طالب ہیں۔ پس یقین ہے۔ کہ لوگ انکو دعوت کرینگے۔ یہانتک کہ تجھ پر خروج فرمائینگے۔ پس اگر تو ان پر فتح پائے۔ تو تو انکی قرابت کا لحاظ رکھنا۔ جو انکو رسول اللہ صلعم سے ہے۔ جان تو اے بیٹے کہ اُنکے والد بزرگوار تیرے باپ سے اور انکی والدہ ماجدہ تیری ماں سے اور اُنکے جد امجد تیری جد سے بہتر ہیں اور واسطے الشان کے ہے۔ جو کچھ کہ انکے دل میں ہے۔ اور یہ میری وصیت ہے۔ تیرے لئے والسلام۔ امام حسینؓ کے بارے میں اصل عربی عبارت یوں ہے والرابع الحسینؓ بن علی ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیھما فان الناس یدعونه حتی یخرج الیك فان ظفرت به فاحفظ قرابته من رسول اللہ و اعلم یا بنی ان اباه خیر من ابیك و امه خیر من امك وجده خیر من جدك وللمرأما بقلبه وھذہ وصیتی الیك والسلام۔ بعدہٗ یہ خط بند کیا گیا۔ اور ضحاک بن قیس القھری کو دیا گیا۔ کہ یزید کو پہنچا دے الخ مقتل ابو مخنف صفحہ ۵ مطبوعہ بمبئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب امیر معاویہ اور امام حسینؓ کے تعلقات اس

حد تک دوستانہ و برادرانہ تھے۔ تو واقعہ ہائلہ کربلا کی نوبت کیوں اور کب اور کس وقت آئی۔

اسکے جواب میں عرض کیا جاتا ہے۔ کہ تاحین حیات امیر معاویہ تو معاملات ملکی کی صورت حسب دلخواہ رہی۔ لیکن انکے فوت ہو جانیکے ساتھ ہی وہ فتنہ خوابیدہ جاگ اٹھا۔ جسکو بروقت صلح امام حسنؓ دبایا گیا تھا۔ امام حسینؓ کی ذات ملکوتی صفات پر ہمکو کسی حالت میں بدگمانی نہیں ہو سکتی۔ کہ انھوں نے اپنے معزز و محترم بھائی کی تاکیدی وصیت صبر کے خلاف خلافت و سلطنت کے دوبارہ خاندان نبوت میں لانیکی ہوس کو دل میں پکایا ہو۔ لیکن برا ہو خانہ خراب کوفیوں کا جن کے پیٹ میں امیر معاویہ کی وفات کی خبر پاتے ہی حبّ جاہ و ریاست کے لئے چوہے کودنے لگے۔ اور امام حسینؓ کو یزید کے برخلاف خروج کرنیکی پہلی تحریک انکو ہی سوجھی۔ ادھر سے یزید نے مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی ان چاروں بزرگوں کو جن میں امام حسینؓ بھی داخل تھے۔ عامل مدینہ کو لکھا۔ کہ بیعت لی جائے۔ لیکن ان چاروں بزرگواروں نے عامل مدینہ کو بیعت سے جواب دیدیا۔ پہلے دو بزرگ تو باوجود انکار بیعت اول سے آخر تک مدینۃ الرسول میں اقامت گزیں رہے نہ کسی نے انپر جبر کیا۔ اور نہ وہ کسی کے دباؤ سے خایف ہوئے۔ لیکن پچھلے دونوں صاحب عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسینؓ نہ معلوم اس سوال بیعت سے اسقدر گھبرائے۔ کہ موقعہ پا کر مدینہ سے راتوں رات مکہ معظمہ کی طرف نکل آئے۔

کوفیوں نے جو سمجھوتا امیر معاویہ کی زندگی میں امام حسینؓ سے کر رکھا تھا۔ اور وقتاً فوقتاً اسکی یاد دہانی بھی امام سے کرتے رہتے تھے۔ اس پر اب کاربند ہونیکے درپے ہوگئے۔ انکو بوجہ دیرینہ ہوا خواہ خاندان رسالت مآب ہونے کے کسی حالت میں منظور نہ تھا۔ کہ امیر معاویہ کی وفات کے بعد بھی عہد صلح امام حسنؑ کے

بدستور پابند رہیں۔ انکو یزید کی اطاعت سے اسقدر نفرت تھی۔ جس قدر کہ انکو ائمہ اہل بیت کرام کے زیر سایۂ دولت و ثروت کے مزے اڑانے کا خیال تھا امام حسینؑ بھی مکہ میں رونق افروز تھے۔ کہ کوفیوں نے اسی سلیمان بن جرد کے گھر میں جمع ہوکر ایک جلسہ قائم کیا۔ اور یہ تحریک کی۔ کہ اب فوراً امام حسینؑ کو طلب کرنا چاہیئے۔ کہ کوفہ میں تشریف لائیں۔ اور اپنے دیرینہ دار الخلافت کو مشرف فرمائیں۔ وہ ہمارے امام اور ہم انکے شیعہ پھر یزید کا کیا اجارہ ہے۔ کہ وہ خلیفۂ وقت ہو اور ہم اسکی اطاعت میں بدستور جکڑے رہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ سب نے اتفاق رائے کیا۔ اس پر سلیمان بن جرد نے اٹھکر انکو خطاب کیا۔ کہ دیکھو بھئی تم امام حسینؑ اور انکے والد بزرگوار کے شیعہ ہو۔ لازم ہے۔ کہ اپنے اقرار پر اور عزم پر ثابت رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ امام کو بُلا کر پھر اُن سے بیوفائی کرو۔ ناسخ التواریخ میں اس خطاب میں یہ عربی الفاظ ہیں۔ انتم شیعتہ وشیعۃ ابیہ دیکھو صفحہ ۱۳۰ جلاء العیون مجلسی اردو صفحہ ۴۳۸ و مہیج الاحزان صفحہ ۴۸ مطبوعہ ایران مقتل ابو مخنف میں لکھا ہے۔ کہ سلیمان نے کہا تھا۔ کہ نحن شیعتہ والنصادہ یعنی ہم سب شیعہ حسینؑ اور انکے مددگار ہیں۔ جواب میں ان سب حاضرین نے کہا۔ کہ ہم اُنکے دشمنوں سے جنگ کرینگے۔ اور اپنی جانوں کو انکے آگے قربان کر دینگے۔ ایشاں گفتند با دشمن او جنگ خواہیم کرد و جانہارا در برابر او فدا خواہیم نمود مہیج الاحزان صفحہ ۴۸۔ پس سب شیعوں نے ملکر امام کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ اور قاصد بھیجے۔ اور پھر اور بیشمار خطوط اور قاصد روانہ کئے۔ جن کی تعداد بارہ ہزار لکھی گئی ہے شیعیان کوفہ کے اس پر شوق اصرار نے امام حسینؑ پر بھی اثر کیا۔ آخر انہوں نے لکھدیا۔ کہ ہم عنقریب آتے ہیں۔ اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم کو کوفہ میں روانہ فرمادیا وہاں بقول ناسخ التواریخ ۱۸ ہزار کوفیوں نے انکی بیعت امام حسینؑ کے واسطے کر لی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ بروایت ابو مخنف ہشتاد ہزار کس با مسلم بیعت کرد۔ ناسخ صفحہ ۱۳۳

امام حسینؑ نے شاید اس تعداد کو اپنی نصرت کے لئے کافی نہ خیال کیا تھا۔ کیونکہ سب کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ اہل بصرہ کے رؤسا کو بھی لکھا گیا۔ کہ کوفہ چلنے کے لئے لشکر جرار بہم پہنچائیں۔ چنانچہ ایک رئیس بصرہ یزید بن مسعود نہشلی نے وہاں تین قبایل بنو تمیم بنی حنظلہ و بنی اسد کو خاص طور پر بلا کر نصرت امام کی ترغیب دی۔ اور انھوں نے اسکو قبول کرلیا۔ امام کو جب اسکی اطلاع ملی۔ تو یزید بن مسعود کا شکریہ ادا کیا۔ اور دعا کی مگر افسوس ہے۔ کہ بصرہ کے لشکر کربلا میں اسوقت پہنچے جبکہ امام مظلوم شہید ہو چکے تھے۔ مسلم کے وارد کوفہ ہونے اور کوفیوں کے آمادہ بغاوت ہونیکی خبر جب یزید کو پہنچی تو اسنے بھی سب سے پہلے عبید اللہ بن زیاد حاکم بصرہ کو کوفہ کا حاکم بنا کر انسداد فساد پر مقرر کر دیا اسنے کوفہ میں پہنچتے ہی ایسا بندوبست کیا۔ کہ سب کوفی بیعت امام سے منحرف ہو گئے حضرت مسلم کو شہید کرایا۔ اسوقت امام حسینؑ مکہ سے عازم کوفہ ہو چکے تھے اور کوفہ کے نزدیک آگئے تھے زیاد نے پیشدستی کر کے حر شہید کو مقرر کیا۔ کہ امام سے جہاں مڈبھیڑ ہو۔ وہیں روک دو۔ اور کوفہ میں نہ پہنچنے دو۔

حضرت امام حسینؑ جب اول دفعہ مدینہ سے عازم مکہ ہونیکو تھے۔ تو جب مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف جانے لگے۔ جب بھی سب عزیز و احباب مثل محمد بن حنفیہ بن علی اور عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم آپ کو مدینہ چھوڑنے سے منع فرماتے رہے۔ خصوصاً کوفہ جانے سے تو بہت لوگوں نے منع کیا۔ اور کوفیوں کی اس بیوفائی کو بھی جتلاتے رہے جو وہ حضرت علیؑ اور حضرت امام حسنؑ سے کر چکے تھے لیکن امام نے کسی کی نہ سنی۔ اور کوفہ کو روانہ ہو ہی گئے۔ روانگی مکہ سے پہلے ایک خط حضرت مسلم کا بھی کوفہ سے آپ کو مل چکا تھا۔ جس میں انھوں نے عرض حال کیا تھا۔ کہ اسی ہزار کوفیوں نے آپکی بیعت میرے ہاتھ پر کی ہے۔ جس پر امامؑ کو تسلی ہو گئی تھی۔ کہ صورت معاملہ حسب دلخواہ ہے۔

اور ایک خط آپ نے خود بھی مکہ سے روانہ ہو کر منزل قادسیہ کے متصل ایک مقام بطن ذمہ سے کوفیوں کو بدیں مضمون تحریر فرمایا تھا۔ امابعد بدرستیکہ خط مسلم بن عقیل کا میرے پاس پہنچا۔ اس خط میں لکھا تھا۔ کہ تم لوگوں نے میری نصرت اور دشمنوں سے میرا حق طلب کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا احسان مجھ پر تمام کرے۔ اور تمکو تمہاری حُسن نیّت و کردار پر بہترین جزائے ابرار عطا فرمائے۔ بدرستیکہ میں آٹھویں ماہ ذی الحجہ روز سہ شنبہ کو مکہ سے باہر آیا۔ اور تمہاری جانب آتا ہوں جب میرا قاصد تمکو پہنچے کمر اطاعت مضبوط باندھو۔ اور اسباب کارزار آمادہ رکھو۔ اور میری نصرت کے لئے مہیا رہو۔ کہ میں اب بہت جلد تم تک پہنچتا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بالفاظہٖ دیکھو جلاء العیون مجلسی اردو مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۴۴۹

ادھر حضرت مسلم جب کوفیوں کے نرغہ میں آگئے۔ اور وقت شہادت نزدیک آ پہنچا۔ تو اسوقت آپ نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ اس وصیت کو امام حسینؓ تک جلدی پہنچا دیا جائے۔ کیونکہ وہ مکّہ سے روانہ ہونیوالے ہیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ پہلے خط پر بھروسہ کر کے کوفہ آجائیں۔ اور میری طرح معرض ہلاکت میں نہ پڑ جائیں۔ اس وصیت کا ایک فقرہ یہ ہے۔ ارجع فداك ابی و امّی باھل بیتك ولا یغررك اھل الکوفة فانھم اصحاب ابیك الذی یتمنی فراقھم بالموت او القتل ان اھل الکوفة قد کذبوك ولیس لکذوب رائی۔ ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صـ ۱۲۹

جلاء العیون فاضل مجلسی کے الفاظ میں اس روایت کا ترجمہ اردو میں یوں ہے۔

”آپ کا پسر عم عرض کرتا ہے۔ میرے پدر و مادر آپ پر سے فدا ہوں۔ آپ مراجعت فرمایئے۔ کہ میں یہاں اسیر ہو گیا ہوں۔ اور مترصد قتل ہوں۔ یہ اہل کوفہ وہی لوگ ہیں جنکے نفاق سے آپ کے پدر بزرگوار پریشان ہو کے آرزوئے مرگ کرتے تھے۔“
(ترجمہ اردو جلاء العیون ۴۸۱)

غرض یہ ہے۔ کہ امام حسینؑ کوفہ کو جاتے ہوئے جب منزل ثعلبیہ پر پہنچے۔ تو اسوقت پہلی دفعہ آپکو اپنے پیارے چچازاد اور غریب الوطن بھائی مسلم کی شہادت کی خبر ہوئی اسوقت آپکو اس سفر کے حسرت ناک انجام کا یقین ہوگیا۔ آپ نے حضرت مسلم کے بھائیوں سے واپس ہوجانیکے لئے مشورہ کیا۔ لیکن انھوں نے عرض کی بخدا سوگند ہم واپس نہ جائینگے جب تک حضرت مسلم کا بدلہ اُن اشقیا سے نہ لیں۔ یا جو شربت انہوں نے پیا ہے۔ ہم بھی نوش کریں۔ جلاء العیون صفحہ ۴۸۱ اسی روایت کی تائید میں خاکسار ایک اور قدیم کتاب حالات کربلا سے استدلال کرتا ہے۔ جسکا نام مقتل ابن نما ہے جس میں امام کے رجوع سفر کی خواہش صاف الفاظ میں مذکور ہے۔ شہادت حضرت مسلم کی خبر سنکر لکھا ہے۔ کہ امامؑ سخت روے اور اپنے عزیزوں کے مفقود ہونے کے رنج و افسوس کے مارے واپس ہوجانیکا ارادہ فرمایا۔ اور ایک بلدہ تک چلے گئے لیکن پھر پہلی رائے پر قائم ہوگئے۔ اور فرمایا۔ کہ جس پر مجھے اعتماد ہے وہی قائم رہے اصل الفاظ یہ ہیں۔ ثمّ اراد الرجوع حزناً وجزعاً لفقد احبتہ ومضی الیٰ بلدة ثمّ تاب الیہ رائہ الاول وقال علیٰ ما کنت علیہ معول۔ ابن نما صفحہ ۲۵ مطبوعہ بمبئی

اسی کوچ و مقام میں امام علیہ السلام نے ایک اور خط کوفیوں کو لکھا۔ اور عبد اللہ بن یقطر اپنے رضاعی بھائی اور ایک روایت کے رو سے قیس ابن مسہر کے ہاتھ کوفہ روانہ فرما دیا تھا۔ یہ خط بروایت کتاب اللہوف سید ابن طاؤس اسی سلیمان بن صرد الخزاعی وغیرہ شیعوں کو لکھا۔ جنکی نسبت۔ بروایت مقتل ابو مخنف پہلے ناظرین کو معلوم ہوچکا ہے۔ کہ بوقت صلح امام حسنؑ سے دریافت کرنے آئے تھے کہ باوجود اس قدر لشکر و انصار کے آپ نے امیر معاویہ سے صلح کیوں فرمائی ہے یہ قاصد جب کوفہ میں داخل ہوا۔ تو کسی مخبر نے عبید اللہ بن زیاد کو مخبری کردی

وہاں تو پہلے ہی فتنہ کی آگ مشتعل ہو چکی تھی۔ عبد اللہ بن یقطر قاصد مذکور کو بلوا کر ابن زیاد نے ہر چند پوچھا۔ اور ڈرایا دھمکایا کہ بتلاؤ خط کن کن لوگوں کے نام ہے مگر اس نے خط کو تو پہلے ہی چاک کر دیا تھا۔ نام بھی کسی کے نہ بتلائے۔ آخر قتل کر دینے کا حکم ہوا۔ قتل سے پہلے اس قاصد نے خاص وعام کے سامنے کوفیوں کو بلند آواز سے خبر کر دی۔ کہ امام حسینؑ تمہاری طرف تشریف لا رہے ہیں۔ اور فلاں جگہ پر پہنچ گئے ہیں۔ پس انکی دعوت کو قبول کرو۔ یہ سب کیفیت ابن زیاد کے گوش گذار کی گئی جب عبد اللہ بن لقیطر کی شہادت کا بھی امامؑ کو علم ہو گیا۔ تو کوفیوں کی طرف سے اب آپکو بکلی ناامیدی ہو گئی اسوقت آپ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع فرمایا۔ اور انکو حضرت مسلم اور ہانی بن عروہ اور عبد اللہ بن لقیطر کی شہادت سے مطلع کیا اور فرمایا۔ کہ سچ مچ ہمارے شیعوں نے ہمکو چھوڑ دیا۔ تمکو بھی اختیار دیا جاتا ہے۔ جسکو تیغ وشمشیر کی پروانہ ہو۔ وہ رہ جائے۔ اور جو برداشت نہ کرسکے وہ چلا جائے امام کا یہ جملہ کہ ہمارے شیعوں نے ہمکو چھوڑ دیا۔ خاص قابل غور ہے۔ دو تین حوالے اسکی تصدیق کے لئے عرض کئے دیتا ہوں "ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا ہے" جلاء العیون ص۴۵۲ وقد خذ لنا شیعتنا مقتل ابو مخنف ص۲۵ و ناسخ التواریخ ص۱۶۳ وخلاصۃ المصائب روایت ہفتم ص۵۶ یہ حال معلوم کرتے ہی بہت سے ہمراہی جدا ہو گئے جو بقول جلاء العیون مجلسی و ابو مخنف بطمع مال غنیمت کوفہ ساتھ ہو لئے تھے اور اب صرف عیال واطفال اور بنی ہاشم جو مکہ سے ہی آپ کے ہمرکاب تھے۔ اور تعداد میں ۷۲ تھے۔ باقی رہ گئے۔

اُدھر حرّ شہید جو امام کی تلاش میں کوفہ سے معہ ایکہزار فوج کے سرگرداں تھا۔ امام کو دو منزلیں آگے جا کر ملگیا۔ دو بدو ہوتے ہی امام نے حرّ سے پوچھا۔ ہماری نصرت کے لیے آئے یا مقابلہ کے لئے حر نے کہا مقابلہ کے لئے۔ امامؑ نے فرمایا

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر کچھ دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ آخر امام ؑ نے حرؔ اور ساتھ کے کوفیوں کو فرمایا۔ کہ جو کچھ مجھکو لکھتے رہے مراسلات ہیں اور قاصدوں کی زبانی کہلا کر بھیجتے رہے۔ اگر آپ اسکے برخلاف ہوگئے۔ تو میں جہاں سے آیا ہوں واپس چلاجاتا ہوں۔ ابن نما کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں فانی ارجع الی الموضع الذی اتیت منہ صـ۲۳ ابو مخنف کے الفاظ وان کنتم کارھین لقدومی رجعت منکم الی ماشئت من الارض صـ۲۶ فاضل مجلسی کے الفاظ اور اگر اپنی گفتار سے پھر گئے ہو اور عہد و پیمان کو شکستہ کر دیا ہے۔ اور میرے آنے سے بیزار ہو۔ میں اپنے وطن واپس جاتا ہوں صـ۴۵۴ مورخ ناسخ التواریخ کے الفاظ واگر شمارا رائے دگرگون کنید و عہد بشکنید و حمل بیعت از گردن فرونہید قسم بجان من کہ از شما شگفت نباشد چہ با پدر من علیؑ و برادر من حسنؑ جز این نہ کردید فریفتہ کسے است کہ بہ عہد و پیمان شما مغرور شود الخ صـ۱۰۲

یہ رسل و رسائل کا حال سنکر حرؔ نے عرض کیا مجھکو اسکی کچھ خبر نہیں۔ امام ؑ نے اپنی خرجین منگائی۔ اور حرؔ کو دکھائی۔ یہ خرجین کوفیوں کے خطوط سے بھری ہوئی تھی۔ آخر حرؔ نے عرض کیا۔ کہ مجھے تو ان خطوط سے غرض نہیں۔ مجھے ابن زیاد نے حکم دیا ہے۔ کہ جہاں آپکو پاؤں جدا نہ ہوں تا وقتیکہ آپ کو ابن زیاد پاس نہ لیجاؤں۔ حضرت نے فرمایا۔ جب تک زندہ ہوں۔ یہ ذلت مجھے گوارا نہ ہوگی۔ پس اصحاب کو حکم دیا۔ کہ سوار ہوں۔ جب ہودج ہائے حرم محترم اونٹوں پر بندھ گئیں حضرت پائے مبارک رکاب میں رکھکے سوار ہوئے جب چاہا واپس جائیں۔ لشکر مخالف نے راستہ روک لیا۔ حضرت نے فرمایا تیرا مطلب کیا ہے حرؔ نے کہا میں چاہتا ہوں آپکو ابن زیاد پاس لے چلوں حضرت نے فرمایا۔ میں تیری اطاعت نہ کرونگا۔ حرؔ نے کہا میں بھی دست بردار نہ ہونگا۔ جب درمیان میں طول سخن ہوا حرؔ نے کہا مجھے

حکم نہیں ہے۔ کہ آپ سے جنگ کروں۔ اگر آپ کو کوفہ جانا منظور نہیں ہے۔ تو مدینہ دوسرے راستے سے جایئے۔ کہ میں کیفیت ابن زیاد کو لکھوں۔ شاید کوئی ایسی صورت نکل آئے۔ کہ میں آپ سے پیشوا سے بہ محاربہ مبتلا نہ ہوں۔ حضرت نے بضرورت راہ قادسیہ سے جانب دست چپ توجہ کی۔ اور وہ لشکر ضلالت اثر بھی ہمراہ ہوا۔ حر نے قریب امام حسینؑ آکے کہا یا حضرت آپکو میں قسم دیتا ہوں۔ کہ اس گروہ سے مقابلہ نہ کیجئے گا ورنہ قتل ہو جائے گا" الخ جلاء العیون اردو ص۵۵۴ باب ۵ فصل ۱۴

جیسا کہ روایت مذکورہ سے ظاہر ہے۔ امام حسینؑ کو حر نے واپس تشریف لے جانیکی اجازت دیدی ہے مگر کوفی کمبخت مانع ہوئے۔ آخر مجبوراً امامؑ مع حر اور لشکر کوفی لاپوتی کے کربلا میں وارد ہو گئے۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں۔ کہ دوسری محرم کو پہنچے اور ایک اور روایت میں لکھا ہے۔ کہ آٹھویں محرم کو وارد ہوئے۔ حر نے ابن زیاد کو سب حالات سے مطلع کیا۔ جس پر اُسنے ایک عریضہ امام کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور اس میں تحریر کیا۔ کہ مینے سنا ہے۔ کہ آپ کربلا میں اترے ہیں۔ یزید بن معاویہ نے مجھے لکھا ہے۔ کہ آپکو مہلت نہ دوں یا آپ سے بیعت لوں۔ اور اگر انکار کیجئے۔ تو یزید پاس بھیجدوں" جلاء العیون اردو ص۵۶۴

اس روایت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ عشرہ محرم تک یزید کی طرف سے کوئی حکم ابن زیاد کے نام یا اس سے ماقبل حاکم مدینہ کے نام قتل حسینؑ کے بارہ میں صادر نہیں ہوا تھا۔ جو لوگ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یزید نے سلطنت شام پر قابض ہوتے ہی عامل مدینہ کو خط لکھا تھا۔ کہ امام حسینؑ سے بیعت لے لو۔ اور اگر وہ انکار کریں۔ تو انکا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدو۔ درست نہیں ہے۔ خود مجلسی کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حکم بیعت کے وقت سے لیکر اسوقت تک کہ بیسیوں موقعے شورش و فساد و بغاوت کوفہ و بیعت مسلم وغیرہ کے یزید کو دیئے گئے امام علیہ السلام کے کربلا پہنچ

جانے تک اس قسم کا کوئی حکم یزید نے کسی کے نام جاری نہیں کیا تھا۔ ورنہ ابن زیاد اپنے خط میں یہ نہ لکھتا۔ کہ یزید کا حکم یہ ہے۔ کہ یا تو آپ سے بیعت لوں یا بصورت انکار اسکے پاس شام میں بھیجدوں۔

امام علیہ السلام نے ابن زیاد کا یہ خط پڑھکر پھینک دیا۔ اور قاصد کو کچھ جواب نہ دیا۔ ابن زیاد کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ تو بہت غضبناک ہوا۔ اور پھر اس نے عمر بن سعد کو سرداری لشکر کی دی۔ وہ چار ہزار لشکر کوفیاں بیوفا کا ہمراہ لیکر روانہ کربلا ہوا عمر بن سعد مذکور نے امام کی خدمت میں پیغام بھیجکر دریافت کیا۔ کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔ امام نے جواب میں کہلا بھیجا "تمہارے شہر کے لوگوں نے نامہ ہائے بیشمار مجھے لکھے۔ اور بہت مبالغہ و اصرار کر کے بلایا۔ اگر میرا آنا اب منظور نہیں ہے۔ تو مجھے واپس جانے دو" ناسخ التواریخ صہ ۱۷۱ امام ع کا جب یہ جواب عمر بن سعد کو پہنچا۔ "اس نے کہا امیدوار ہوں۔ کہ خدا مجھے محاربہ و مقاتلہ امام حسینؑ سے نجات دے"۔ پس اس نے ایک خط ابن زیاد کو لکھا۔ اور اس میں سب حقیقت حال درج کی" اور معلوم ہوتا ہے کہ اسنے امام کے واپس مدینہ کو تشریف لیجانیکی سفارش بھی کی تھی۔ اس موقعہ پر علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ وہ شقی راضی ہوا۔ کہ امام حسینؑ چلے جائیں مگر شمر ذی الجوشن حرامی نے ابن زیاد کو پشیمان کیا"۔ پس عمر بن سعد کو خط لکھا۔ کہ حضرت سے کہو۔ معہ اصحاب بیعت کریں۔ جب یہ خط اسکو پہنچا۔ اسے امام حسینؑ سے وہ مضمون نہ کہلا بھیجا اسلیئے کہ جانتا تھا حضرت بیعت یزید پر راضی نہ ہونگے۔ دیکھو جلاء العیون صہ ۴۵۸

جب کہ امامؑ کربلا میں خیمہ زن ہوگئے۔ تو مورخ ناسخ التواریخ لکھتا ہے۔ کہ ایک عراقی مکہ کو جا رہا تھا۔ دیکھا کہ خیمہ کے باہر امامؑ کرسی پر بیٹھے ہیں۔ اور خطوط کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ جب اسنے وجہ اس بیکسی اور بیوطنی کی دریافت کی۔ تو امامؑ نے فرمایا۔ کہ بنی امیہ نے مجھے قتل کی دھمکی دی۔ اور کوفہ والوں نے مجھے بلایا۔ دیکھو

یہ اُنکے خطوط ہیں۔ حالانکہ میرے قاتل یہی ہیں۔ لیکن جب انھوں نے اس امر کا ارتکاب کیا۔ اور پردہ محرمات کو چاک کیا۔ خداوندکریم اُنپر ایک ایسے آدمی کو مقرر کریگا۔ کہ وہ سب کو قتل کر دے۔ اور وہ قوم بلقیس سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائینگے۔ اصل عبارت ناسخ یہ ہے۔ "بنی امیہ مرا بیم قتل دادند۔ ومردم کوفہ مرا دعوت لمودند اینک مکاتیب ایشان است وحال آنکہ کشندۂ من ایشان اند لکن گاہے کہ مرتکب این معنی بشدند پردہ محرمات ومخظورات راچاک کردند۔ خداوند بر ایشان مے گمارد کسے راکہ ہمگناں رابقتل رساند۔ وایشاں راخوار تر از قوم بلقیس گردانند ص ۱۵۹

روایت مذکورہ سے ظاہر ہے۔ کہ خود حضرت سید الشہدا علیہ السلام اپنے قتل کا باعث کوفیوں کی دعوت کو قرار دیتے ہیں۔ اور خاکسار راقم کا بھی یہی اعتقاد ہے یزید کی طرف سے کوئی حکم قتل ابن زیاد کو نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ بروایت ناسخ التواریخ وغیرہ کتب شیعہ لکھا ہے۔ کہ جب ایک شخص زجر بن قیس نے دمشق میں اہلبیت کرام کے پہنچنے پر یزید کو فتح معرکہ کربلا کی جا کر خوشخبری سنائی۔ تو یزید دیر تک حیران وخاموش رہا۔ پھر کہا اگر حسینؑ سے سوائے قتل کے بیعت لیتے تو میں زیادہ راضی ہوتا۔ اور اگر میں آپ انکے پاس ہوتا۔ تو ان سے درگذر کرتا۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ یزید لختے سر فرو داشت وسخن نہ کرد وپس سر برآورد وگفت قد کنت ارضی من طاعتکم بدون قتل الحسینؑ اما لو کنت صاحب لعفوت عنہ اگر من حاضر بودم حسین را معفو میداشتم ص ۲۶۹

چونکہ خاکسار کو واقعات کربلا لکھنے کے لئے وقت بہت کم دیا گیا ہے اسواسطے مجبوراً اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بالغ نظر ناظرین کو اسی قدر اختصار سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ ایک عاجز ہیچمدان خادم حسینؑ نے اپنے مخدوم امام حسینؑ مظلوم کے کوائف شہادت کی تحقیق میں کہانتک سچے معلومات بہم پہنچائے ہیں۔ رسالہ تحقیق واقعات میں اسی قسم کی تحقیق وتنقید ہے۔ اگر یہ مفید خدمت ہے تو خدا مجھکو توفیق دے۔ کہ اس رسالہ

کی تالیف سے جلد ہی فارغ البال ہوں اس رسالہ تحقیق سے میری ہرگز یہ غرض نہیں ہے کہ کسی فریق کی دل آزاری ہو۔ بلکہ محض اظہار امر حق مقصود ہے۔ اور بس خداوند کریم ہمکو حق اور باطل میں تمیز کرنیکی توفیق دے۔ آمین۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

(خاکسار خادم حسینؓ خادم بھیروی احمدی)

قدوم میمنت لزوم

اس مہینے کا سب سے بڑا بہجت انگیز واقعہ حضور شہنشاہ ہند ملک معظم جارج پنجم بالقابہ کی مع اپنی شہنشاہ بیگم کے ہندوستان میں تاجپوشی کے لئے جلوہ افروزی* ہے جو ہم تمام احمدیوں کیلئے خصوصیت کیساتھ موجب شکر و امتنان باریتعالیٰ ہے کیونکہ ہمنے اس عہد حکومت میں جو آرام پایا ہے اور اغیار تو درکنار اپنے بھائیوں کی معاندانہ مخالفت کے باوجود جو امن و امان کی زندگی ہم بسر کر رہے ہیں ہمارے جسم کا رونگٹا رونگٹا زبان بنکر اپنے شہنشاہ ذی جاہ کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ اور یہ شکریہ پورے اخلاص کیساتھ ہے کیونکہ ہماری پاک کتاب میں ارشاد ہے۔ اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم۔ اللہ اور اسکے رسول اور اپنے صاحبان حکومت کی فرمانبرداری کرو۔ اور ہمارے رسول کریم صلعم کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمدؑ نے بھی یہی تعلیم دی۔ کہ اپنے بادشاہ کے پورے مطیع رہو۔ اور یہ اطاعت یہانتک ضروری ہے۔ کہ آپنے اپنی ہر ایک تصنیف میں اسکا ذکر کیا ہے اور علیحدہ کئی اشتہار بھی شائع کئے چنانچہ ایک اشتہار کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اول یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کرکے اُسکی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا اسکی عظمت کو دل میں بٹھانا۔ اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اُس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا۔ اور اسکو وحدہٗ لاشریک

* اور یہ خوشی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم سنتے ہیں کہ آپ کے حکم سے تقسیم بنگالہ منسوخ ہو گئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ۱۱- فروری ۱۹۰۶ء (پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی) پورا ہو کر آپ کی صداقت پر حجت بینہ ٹھہرا (۱۷ دسمبر ۱۹۱۱ء)